قل ہٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا

ومن اتبعنی

بفضل اللہ المنان رسالہ شریفہ مشتمل بر فتاوی سرکار

شریعتمدار حجۃ الاسلام مولانا مولوی سید علی الحائری مجتہد پنجاب

المعروف بہ

فتاوی حائری

حصہ چہارم

مولفہ فاضل جلیل و عالم نبیل الواعظ الشہیر مولانا

مولوی مرزا احمد علی صاحب امرتسری لاہوری مدظلہ

بمعرفت شیخ غلام علی شہیدیہ سنگساز

پنجاب نیشنل اسٹیم پریس لاہور طبع شد

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ علی آلائہ والصلوٰۃ والسلام علی محمد و آلہ الی الابد۔ یہ چوتھا حصہ فتاوی حایری کا ہے خداوند عالم مومنین کو اس سے منتفع کرے۔

سوال۔ کتب معتبرہ شیعہ امامیہ مثل اصول کافی۔ حیات القلوب ارشاد شیخ مفید۔ جنات الخلود۔ تذکرۃ الائمہ مجالس المومنین ناسخ التواریخ۔ انوار نعمانیہ سیادۃ السادہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ کہ رسولخدا کی چار لڑکیاں تھیں۔ زینب رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہؑ زینب کو ابو العاص سے تزویج کیا۔ رقیہ اور ام کلثوم کو یکے بعد دیگرے عثمان بن عفان سے اور حضرت فاطمہ کو حضرت علی علیہ السلام سے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان بھی حضرت علی کی طرح داماد پیغمبر تھے اور رسولخدا کبھی اپنی لڑکی کی شادی کافر و منافق سے نہیں کر سکتا بلکہ ایک معمولی آدمی بھی اپنی لڑکی کی شادی اپنے مخالف سے نہیں کرتا۔ جس سے صریحاً یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عثمان مومن تھے

الجواب۔ سایل کا یہہ کہنا کہ پیغمبر اپنی لڑکی کی شادی کافر منافق سے نہیں کر سکتا۔ حالانکہ اس نے خود لکھا ہے کہ زینب کا نکاح ابو العاص سے ہوا۔ اور کتاب روضۃ الاحباب سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شادی قبل بعثت سنہ عام الفیل میں ہوئی اور ابو العاص جنگ بدر کے بعد اسلام لایا۔ اگر یہہ کہو کہ یہ شادی قبل بعثت کے ہوئی جبکہ قرآن نازل نہیں ہوا تھا۔ اور نہ مومنات کا نکاح کفار سے حرام تھا تو ہم کہتے ہیں کہ بفرض محال یہ لڑکیاں رسول اللہ کی ہوں تو انکی شادی بھی قبل حرام ہونے نکاح مومنات کے منافقین سے ہوئی۔ اس لیئے عثمان کو کوئی شرف

نہیں۔ اور اگر کوئی یہہ کہے کہ پیغمبر نے رقیہ وام کلثوم کی شادی یکے بعد دیگرے عثمان سے بوحی الہٰی کی چنانچہ تاریخ خمیس جلد ا صا اور اصابہ میں ہے لیکن اصابہ میں قول ابن مندہ ہے کہ یہہ روایت غریب ہے جو اس اسناد کے سوا اور کسی طرح نہیں پہچانی گئی دوسری روائت ابوہریرہ یہہ ہے کہ جبرئیلؑ نے کہا خدا تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ عثمان کا عقد کر دو ام کلثوم سے مثل صداق وصحبت رقیہ لیکن ابن مندہ نے کہا ہے کہ یہہ روایت بھی غریب ہے جس سے صرف محمد بن عثمان بن خالد عثمانی متفرد ہوا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ رقیہ وام کلثوم کا ازدواج عتبہ وعتیق یا قبہ پسران ابولہب کے ساتھ ہوا۔ ان واقعات صحیحہ سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ان تینوں لڑکیوں کی تربیت حالت کفر پر ہوئی۔ اور حالت کفر سے انھوں نے اسلام قبول کیا اور پیغمبر کی نسبت کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ قبل بعثت بھی طریقۂ کفر پر تھے ہاں اگر سدی کی۔ تفسیر ووجدک ضالا پر ان کا عمل ہو تو استبعاد نہیں۔ اب میں وہ دلائل لکھتا ہوں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زینبؑ رقیہ اور ام کلثوم حضرت رسالتمآب کی صلبی لڑکیاں نہیں تھیں۔

ا۔ تمام مورخین ومحدثین کا اجماع ہے کہ جبوقت رسول خدا کا عقد حضرت خدیجہ سے ہوا تو آپ کی عمر ۲۵ سال تھی اور ام المومنین کی چالیس سال۔ اور اس نکاح کے ۱۵ سال بعد حضرت کی بعثت ہوئی۔ تو روز مبعث حضرت کی عمر ۴۰ سال اور خدیجہ کی ۵۵ سال ۔اس پندرہ سال کے عرصہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت کو چھہ سات بچے پیدا ہوئے۔ قاسمؑ۔ طیبؑ۔ عبد اللہؑ۔ زینبؑ۔ رقیہؑ۔ ام کلثومؑ۔ فاطمہؑ زہرا۔ تو اولاً اس قدر اولاد کا بعد گذرنے چالیس سال حضرت خدیجہ کے پیدا ہونا خلاف قیاس ہے کیونکہ اس عمر کے بعد عموماً ولادت کم ہوجاتی ہے۔ ثانیاً بفرض تسلیم یہہ سات بچے پندرہ سال کے عرصہ میں پیدا ہوئے۔ تو اوسط یہہ ہے کہ ۲ سال ایک ماہ اور ۲۲ دن

کے بعد ایک بچہ پیدا ہوا گویا حضرت زینبؓ اس نکاح کے ۴ سال ۵ ماہ ۲۸ دن کے بعد رقیہؓ ۱۰ سال ۷ ماہ ۲۰ دن بعد اور ام کلثومؓ ۱۲ سال ۹ ماہ ۱۰ دن بعد پیدا ہوئیں بعبارۃ اخریٰ زینبؓ قریباً ۷ سال قبل بعثت رقیہؓ ۵ سال۔ ام کلثومؓ تین سال قبل از بعثت۔ اور اگر یہہ فرض کیا جاوے کہ قاسم ازدواج کے ایک سال بعد پیدا ہوا تو زینبؓ۔ رقیہ۔ ام کلثوم قریباً ۸ سال۔ ۷ سال۔ ۴ سال قبل بعثت متولد ہوئیں اور اگر تینوں لڑکیوں کی ولادت ایک ایک سال کے فاصلہ پر فرض کی جاوے تو زینبؓ کی ولادت ۱۴ سال قبل بعثت ہوتی ہے۔ پہلے دو قولوں کے مطابق تو قبل بعثت ان تینوں لڑکیوں کا بالغ ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صاحب اصابہ کا قول کہ زینب دس سال قبل بعثت پیدا ہوئی۔ اور اصابہ صـ۲۴۲ اور استیعاب صـ۵۳ میں بھی لکھا ہے کہ حضرت ۳۰ برس کے تھے۔ تو زینبؓ پیدا ہوئی اور ۳۳ میں رقیہ یعنے زینب دس سال قبل بعثت اور رقیہ سات سال اور ام کلثوم ۴ سال اس سے یہہ ثابت ہوا کہ قبل از بعثت رقیہ اور ام کلثوم بالغہ ہی نہ تھی۔ حالانکہ یہہ بالاتفاق مروی ہے کہ ان دونو لڑکیوں کا ازدواج قبل از بعثت عتبہ اور عتیبہ پسران ابولہب سے ہوا۔ جیسا کہ سیوطی کی خصائص کبرےٰ جلد اول صـ۱۳۱ اصابہ جلد ۸ صـ۱۰۱ و صـ۸۲ سے عیان ہے۔ نتیجہ یہہ نکلا کہ یہہ لڑکیاں رسول اللہ کی نہیں تھیں بلکہ یا تو حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کی یا خدیجہ کی بہن ہالہ کے بطن سے تھیں۔

۲۔ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ ان لڑکیوں کی تربیت طریقۂ کفر پر ہوئی اور حالتِ کفر سے انھوں نے اسلام قبول کیا اور پیغمبر کی نسبت کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ قبل از بعثت طریقۂ کفر پر تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہہ ہالہ کی لڑکیاں تھیں۔

۳۔ اہل سنت کے ہاں مروی ہے کہ قبل از بعثت ان تینوں لڑکیوں کا ازدواج

کفار سے ہوا۔ اگر یہہ رسولؐ اللہ کی صلبی بیٹیاں ہوتیں تو حضرت اُن کی شادی کفار سے کبھی نہ کرتے۔ کیونکہ آپ قبل از بعثت بھی نبی تھے بمفاد حدیث متفقہ۔ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین۔

۴۔ آیۂ تطہیر کے نزول میں محدثین خاصہ وعامہ نے لکھا ہے۔ کہ آپنے علیؑ و فاطمہؑ وحسنینؑ علیہم السلام کو عبا کے نیچے داخل کرکے دعا کی اللھم ھولاء اہل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ جسپر آیۂ انما یرید اللہ الخ نازل ہوئی۔ اگر یہہ لڑکیاں بھی صلبی ہوتیں تو اُن کے اخراج کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

۵۔ آیۂ مباہلہ کے وقت بھی آپ انہی بزرگواروں کو لے گئے۔ حالانکہ آیت میں لفظ نساء ہے جس کا اطلاق ایک سے زیادہ پر بھی ہوتا ہے۔ تو اگر یہہ صلبی لڑکیاں ہوتیں تو ان کو بھی لیجاتے۔

۶۔ فاطمہ کے بارے میں حدیث متفقہ ہے کہ حضور نے فرمایا فاطمۃ بضعتہ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اغضبھا فقد اغضبنی۔ اگر کوئی اور صلبی لڑکی آنحضرت کی ہوتی تو آپ اس کے حق میں بھی ایسا فرماتے کیونکہ تمام اولاد باپ کا ٹکڑا ہوتی ہے۔ حالانکہ حضرت عامہ نے بھی ان لڑکیوں کے بارے میں ایسی کوئی حدیث بیان نہیں کی۔

۷۔ خداوند عالم نے آپ کو بشارت دی (انا اعطیناک الکوثر) کثرت اولاد کی۔ اور یہہ اولاد آپ کے نواسوں سے ظاہر ہوئی۔ پس اگر یہہ بھی حضرت کی لڑکیاں ہوتیں تو خدا اُن کی اولاد کو بھی بڑھاتا تاکہ اس کا وعدہ اور بھی پورا ہوتا تو یہہ فعل خدائی دلالت کرتا ہے کہ یہہ حضرت کی صلبی لڑکیان نہیں تھیں۔

۸۔ جو علماء۔ ان لڑکیوں کا حقیقی اولاد رسول ہونے کے مقر ہیں۔ وہ اس سے

فضیلت عثمان کے قائل نہیں۔ اور مقصود سائل کا اثبات عقدان دختران سے اثبات فضیلت عثمان ہی ہے اور بس۔ پس جس کا نتیجہ باطل ہے اس کا مقدمہ بھی باطل ہے

۹۔ سائل کتب شیعہ سے ثابت کرے کہ جو رسولؐ سے لڑکیاں لے وہ جنتی ہے کیونکہ یہہ روائیت فردوس الاخبار دیلمی میں بطریق معاذبن جبل مروی ہے۔ جو سنیوں کے لئے سچی حجت ہے۔

سوال۔ حضرات اہلسنت کہتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن خدا کا دیدار ہوگا کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ کہ قیامت کے دن مومنین خوش ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے اور نیز کہتے ہیں کہ جو شخص شفاعت محمدؐ اور دیدار خدا کا منکر ہو وہ مسلمان نہیں۔

جواب۔ واضح ہو کہ جسمانی آنکھوں سے خدا کا دیدار نہ دنیا میں ہوسکتا ہے اور نہ آخرت میں بدلائیل مندرجۂ ذیل۔

دلائل عقلیہ

۱۔ باتفاق ملل ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب بالذات ہے اور اس کا وجوب مقتضی ہے۔ کہ وہ نوع جنس۔ جسم و عرض سے مجرد ہو پس جو جسم سے مجرد ہوگا۔ وہ لوازم جسمیہ سے بھی مجرد ہوا۔ پس جو جسم و لوازم جسمانی سے منزہ ہو اس کا دیدار کیسے ہوسکتا ہے۔

۲۔ مجردات مثل عقول و نفوس۔ عرضیات مثل کیفیات نفسانیہ عموم۔ آلام۔ علوم۔ ارادت۔ شہوات۔ لذات۔ وغیرہ۔ غیر نفسانیہ مثل روائح طعوم۔ اصوات روشنائی۔ الوان خارجیہ ملموسات مثل۔ حرارت۔ برودت۔ اجسام شفاف

مثل ہوا۔ ملک۔ جن۔ باوجود ممکن ہونے کے اور اتحاد جنسیت کے جسمانی آنکھوں سے بالضرورۃ محسوس نہیں ہوتے۔ پس جبکہ بعض ممکنات کو ہم دیکھہ نہیں سکتے تو خداوند عالم کو جسکی تعریف لیس کمثلہ شئ ہے کیسے دیکھہ سکتے ہیں

۳۔ اس پر تمام عقلاء کا اتفاق ہے کہ اگر رائی و مرئی کے درمیان یہ تیرہ شرطیں موجود ہوں تو دیدار ہوسکتا ہے والا فلا۔

(ا) مرئی جسم والا ہو۔ کیونکہ مجرد از جسم شے دیکھی نہیں جاتی۔

(ب) ،، رنگ والی ہو۔ ،،

(ج) ،، بہت شفاف نہو ،،

(د) بہت چھوٹی نہو

(ہ) ایک جہت و طرف میں ہو۔

(و) مرئی دیکھنے والے کے مقابل و مواجہ ہو یا محل میں حال ہو مثل بدن میں رنگ یا حکم مقابل ہو جیسے معائینہ صورت کا آئینہ سے کیونکہ بغیر ان تین صورتوں کے کوئی شے دکھائی نہیں دیتی۔

(ز) بہت روشن نہو مثل آفتاب کے۔

(ح) چشم سے ملصق نہو مثل مژگان

(ط) بہت دور نہو کیونکہ جو شے مدنظر سے بعید ہو وہ دیکھی نہیں جاسکتی۔

(ی) وہ شے پردہ کے اندر نہو۔

یا۔ ،، بہت اندھیرے کے اندر نہو۔

یب۔ دیکھنے والا سالم الحواس خصوصاً سالم البصر ہو کیونکہ اندھا دیکھہ نہیں سکتا۔

یج۔ دیکھنے والا مرئی کو دیکھنے کا ارادہ رکھتا ہو کیونکہ بغیر ارادہ کے کوئی

شے دیکھی نہیں جاتی۔

باتفاق عقلا یہ شرائط عباد معبود کے درمیان ثابت نہیں۔ پس دیدار خدا ممتنع وباطل بالذات ٹھیرا۔ علاوہ بریں اوہام قلوب ادق ہیں ابصار عیون سے پس جبکہ اس کو اوہام نہیں پا سکتے (برون از وہم وبیرون از گمانی چہ گویم کہ اینچنین یا آنچنانی) تو ابصار عیون سے کیسے دیکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ بعض فلاسفہ نے رویت کی تعریف یہہ کی ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھہ کی شعاع مرئی سے متصل ہو۔ تاکہ اس کے کُل وجزو کا احاطہ کرے۔ اس صورت میں اگر خدا دیکھا جاوے تو اس کا محاط بالعین ہونا لازم آتا ہے۔ اور بعض فلاسفہ نے یوں کہا ہے۔ کہ صورت مرئی حدقۂ رائی میں۔ مرتسم ہوتی ہے۔ بصورۃ کل یا جز اس صورت میں صورت خدا کا دیکھنے والے کی آنکھ میں محدود ہونا لازم آتا ہے۔ بہر دو صورت خدا کا محاط و محدود ہونا لازم ہوا۔ اور ہر محاط و محدود جسم ہوتا ہے اور جسم حادث ہوتا ہے۔ حالانکہ خدا قدیم ہے پس روائیت باطل ہوئی۔

دلائل نقلی

۱۔ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر یعنے ادراک نہیں کرتیں یا ادراک نہ کریں گی اس کو آنکھیں اور وہ ادراک کرتا ہے۔ آنکھوں کو اور وہ لطیف خبیر ہے۔

۲۔ خداوند عالم طالبان دیدار کی توبیخ کرتا ہے۔ پس اگر طلب دیدار خدا مستحسن ہوتا۔ تو خدا انکی تعریف کرتا اور اگر وہ اس وقت دیدار کے اہل نتھے تو انہیں کہا جاتا کہ اہلیت پیدا کرو وہ آیات قرانیہ یہ ہیں۔ وقال الذین لایرجون لقائنا لولا انزل علینا الملائکۃ اونری ربنا لقد استکبروا

فی انفسہم وعتوا عتوا کبیرا - واذ قلتم یاموسیٰ لن نؤمن لک حتے نری
اللہ جھرۃ فاخذ تکم الصاعقۃ وانتم تنظرون - لیسئلک اھل الکتاب
ان تنزل علیہم کتابا من السماء فقد سئلوا موسیٰ اکبر من ذالک فقالوا
ارنا اللہ جھرۃ فاخذتہم الصاعقۃ بظلمہم - لیس کمثلہ شئ ولا یحیطون بہ علما
۳ - بخاری نے تفسیر والنجم میں مسروق سے روائیت کی ہے - قلت لعائشۃ
یاامتاہ ھل رای محمد ربہ فقالت لقد قف شعری مما قلت این انت عن
ثلث من حدثکن فقد کذب من حدثک ان محمد رای ربہ فقد
کذب ثم قرات اٰیۃ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو
اللطیف الخبیر وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب
الی قولھا ولکنہ رای جبریل فی صورتہ مرتین اور مشکوۃ میں بھی ہے ترمذی
۴ - مشکوۃ میں مسلم سے ابوذر سے سسکت رسول اللہ ھل رایت
ربک قال نور انی اراہ
۵ - تفسیر درمنثور میں جناب ابن عباس سے مروی ہے وجوہ یومئذ ناظرۃ الی
ربھا ناظرۃ الی واحد الا ہے پس معنی ہوئی وجوہ نعمتہائے خدا کو دیکھنے والے ہوں گے
انکم سترون ربکم یوم القیامت کما ترون ھذا القمر موضوع ہے اور
شارح مقاصد و قوشجی نے لکھا ہے احادیث ہے اور احاد معارض قرآن نہیں ہو سکتی
راوی ابن حازم فن رجال میں مطعون ہے - کیونکہ ابتدا میں کافر وسط میں
فاسق اور آخر عمر میں اس کو خبط ہو گیا تھا ابن ابی الحدید نے جلد اول شرح نہج میں
لکھا ہے - کہ ابن حازم اس حدیث کا راوی مطعون ہے اور متکلمین نے کہا ہے کہ یہ
فاسق ہے اور علیؑ سے بغض رکھتا تھا اس لئے اس کی روائیت مقبول نہیں کشاف
میں زمخشری نے لکھا ہے - ثم التعجب من المتسنین بالاسلام المتسمین -

بامل السنتہ والجماعت کیف اتخذوا ہذہ العظیمہ مذھبا ولایخونک تسترھم بالیلکفہ فانہ من منصوصات شایئھم والغول ما قال بعض العدلیہ فیھم لحماقۃ سمولھم عواھم السنتہ۔ وحماقۃ خمر یمری موکفۃ فشبھہ بخلقہ وتخوفوا شنع الوصامے فتشمروا بالبلکفہ۔

سوال۔ نماز میں قنوت پڑھنے کا ثبوت کتب اہل سنت سے دیجئے۔

جواب۔ قرآن شریف میں ہے۔ قوموا للہ قانتین یعنے کھڑے ہو اللہ کے لئے قنوت پڑھتے ہوئے۔ مشکوۃ مترجمہ مطبوعہ امرتسر ۳۲۷

باب القنوت فصل ۱۔ ان رسول للہ کان اذا اراد ان یدعوا علی احد اویدعوا لاحد قنت بعد الرکوع وکان یقول فی بعض صلواتہ اللھم العن فلانا وفلانا لاحیاء من العرب حتی انزل الیہ لیس لک من الامر شی الایہ متفق علیہ یعنے حضرت رسول اللہ جب کسی کے حق میں دعا یا بددعا کرنا چاہتے تو قنوت کرتے بعد رکوع کے اور بعض نمازوں میں کہتے اے اللہ لعنت کر فلان فلان کو جو زندہ ہیں عرب سے یہان تک کہ نازل کی خدانے آئت لیس لک۔

فصل ۲۔ ص ۳۲۷ عن ابن عباس قال قنت رسول للہ شھرا امتتا لیا فی الظھر والعصر والمغرب والعشاو وصلوۃ الصبح یعنے رسول اللہ نے ظہر عصر مغرب۔ عشا اور صبح میں پورے مہینے میں متواتر قنوت پڑھا۔

بخاری نماز فریضہ کے قنوت کا باب۔ عن ابی ھریرۃ قال لاقربن صلوۃ النبی صلعم فکان ابوھریرہ یقنت فی الرکعۃ الاخرۃ من صلوۃ الظھر والعشاو وصلوۃ الصبح بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ ویدعوا للمومنین ویلعن الکفار۔ یعنے ابوہریرہ نماز ظہر عشا اور صبح میں رکوع کے بعد آخری

رکعت میں قنوت پڑھتے اور مومنوں کے لیئے دعا رحمت کرتے اور کافروں پر لعنت کرتے۔ طحاوی نے ابن مسعود سے روائیت کی ہے کہ آنحضرت نے مدت ایک ماہ تک ہمیشہ ہر نماز فریضہ وقتیہ کے قنوت میں عقبہ اور ذکوان پر بددعا فرمائی ہے۔ اور دیگر اہل سیر اور محدثین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے کذافی مدارج و معارج النبوۃ و روضتہ الاحباب۔

زاد المعاد جلد ا صـ۲۱ افضل الصلوۃ طول القنوت۔ محدثین اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر جبہ نبوی لے کر اویس قرنی کے پاس پہنچے اور بعد ادائے پیغام سلام اویس سے طالب دعا ہوئے تو اویس نے جواب دیا کہ میں ہر نماز میں دعا کرتا ہوں اللھم اغفر للمومنین والمومنات الخ پھر تمہارے حق میں تحقیقی دعا کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تم مومن ہو تو اس دعا میں شامل ہو۔ نوالافلاد۔ بالفاظ مختلف یہہ واقعہ تذکرۃ الاولیاء صـ۱۰ میں بھی ہے۔

سوال۔ نماز ہاتھ کھول کر پڑھنی چاہیئے یا باندھ کر۔ بادلائل تحریر فرمائیں

جواب۔ نماز میں قیام واجب ہے اور فطرتی طور پر قیام میں ہاتھ کھلے رہتے ہیں۔ پس اگر قیام میں ہاتھ بندھوانے مطلوب باری ہوتے تو خداوند عالم حکم رکوع وسجود کی طرح اس کا بھی حکم دیتا۔ قرآن شریف میں رکوع وسجود کا تو حکم ہے۔ لیکن تکفیر یدین کا نہیں۔ اب ہم ان احادیث پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں جن سے تکفیر کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب صفتہ الصلوۃ میں کیفیت صلوۃ میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ لیکن سوائے دو کے کسی میں بھی تکفیر کا ذکر نہیں اور وہ دو بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ پہلی حدیث وائل بن حجر سے مروی ہے انہ رای النبیؐ رفع یدیہ حین دخل فی الصلواۃ ثم التحف ثوبہ ثم وضع

يدہ اليمنیٰ علی اليسریٰ فی الخاشعۃ اللمعات جلد اول صہ ۳۸۴ خلاصہ یہہ ہے کہ وائل کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضور انور نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسی وائل سے روائیت کی ہے کہ رسول اللہ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا اور اسی پر شافعی کے مذہب کی بنیاد ہے۔ اور ترمذی صہ ۳۷۷ میں ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں اسی وائل کی روائیت کے ذیل میں تحت السرہ یعنے ناف کے نیچے باندھنا لکھا ہے۔

دوسری حدیث صہ ۳۸۵ میں ابو حازم نے سہل بن سعد سے روائیت کی ہے۔ قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل ید الیمنیٰ علیٰ ذراعہ الیسریٰ فی الصلوۃ رواہ البخاری یعنے لوگ امر کیئے جاتے تھے کہ آدمی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھے۔ اس حدیث میں فقرہ یؤمرون مبہم ہے کیونکہ اس سے یہہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کون امر کرتا تھا۔ حضرت رسول علیہ السلام یا کوئی اور۔ تو جب تک اس فعل کا اسناد رسول کی طرف نہو یہہ فعل کیسے حجت ہو سکتا ہے۔ بخاری نے لکھا ہے۔ قال ابو حازم لا اعلمہ الا ینمیٰ ذالك الی النبی کتاب الاذان وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ۔ یعنے میں اس کو نہیں جانتا مگر منسوب کیا جاتا تھا۔ نبی اکرم کی طرف۔ کون اشارہ کرتا تھا اس کا کچھ ذکر نہیں کیا۔

دوم اس میں صرف آدمی کا ہی ذکر ہے عورت کا نہیں حالانکہ نماز مرد و عورت ہر دو پر واجب ہے۔ اور اسی لئے شاہ عبدالحق دہلوی کو اس کی تاویل کرنی پڑی وقید رجل اتفاقی است وامراۃ را نیز ہمیں حکم است۔

سوم۔ اس میں دائیں ہاتھ کو بائیں بازو پر رکھنے کا ذکر ہے نہ کہ بائیں ہاتھ پر اور یہہ پہلی حدیث کے مخالف ہے اور جلد اول مجموعہ شروح اربعہ ترمذی صہ ۲۷۵ میں ھلب نے اپنے باپ سے روائیت کی ہے۔ قال کان رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلم یؤمنا فیاخذ شمالہ بیمینہ کہا ہلب نے کہ آنحضرت امامت کرتے تھے پس پکڑتے تھے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے اور اسی صفحہ میں ہلب کے بارے میں لکھا ہے دگوئیند کہ او در ایلچیان بر آنحضرت آمد۔ حدیث چہارم امام احمد وابوداؤد نے علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا عن السنۃ وضع الاکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ صد ۲۷۶ ترمذی شرح ابی الطیب یہہ چاروں روائتیں ایسی ہیں کہ نقاد کی تنقید کے سامنے نہیں ٹھیر سکتیں۔ روایت وائل بن حجر تین طرح سے ہے ایک میں فوق صدر اور تحت السرہ کا ذکر ہی نہیں دوسری میں فوق الصدر ہے۔ اور تیسری میں تحت السرہ اب یہہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ رسول اللہؐ نے ایک ہی وقت میں سینہ کے اوپر بھی اور ناف کے نیچے بھی ہاتھ باندہے ہوں۔ اور اس راوی کی روایت کیسے قبول ہوسکتی ہے جو اس قدر اختلاف بیانی کرتا ہو۔ شیخ الاسلام نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ وائل بن حجر اور ہلب ایلچی بنکر حضرت کے پاس آئے تھے اور نماز میں آنحضرت کے ساتھ ان کی امتداد صحبت قرابت ثابت نہیں ہوئی۔ اور جب ابراہیم نخعی کے پاس کے پاس حدیث وائل (در بارہ رفع یدین نزد رکوع) کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا کہ وائل نے نماز نہیں پڑھی رسول اللہ کے ساتھ مگر اسی روز آیا وہ اعلم ہوسکتا ہے۔ چوتھی روایت میں ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی ہے۔ جس کی نسبت ابوالطیب نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ احمد حنبل اس کی تضعیف کرتا تھا۔ صد ۲۷۶ اور نووی نے شرح مسلم جلد ا صد ۱۷۳ میں لکھا ہے۔ کہ یہہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے روایت کیا ہے اس کو دارقطنی اور بیہقی نے روایت ابی شبیہ عبدالرحمن بن اسحاق الواسطے سے اور وہ ضعیف ہے بالاتفاق اور تیسری روایت کے بارے میں شیخ الاسلام نے شرح بخاری

میں لکھا ہے کہ ترمذی باوجود روائیت قبیصہ گفتہ ام دریں باب واسع است نزد علماء
اور ترمذی مذکور کے صفحہ ۲۷ میں اصل عبارت بمعہ شرح سراج احمدیہ ہے قال ابو
عیسےٰ حدیث هلب حدیث حسن والعمل علےٰ هٰذا عند اهل العلم من
اصحاب النبیؐ والتابعین ومن بعدهم یرون ان یضع الرجل یمینه علےٰ
شماله فی الصلوٰة ورای بعضهم ان یضعهما فوق السرة ورای بعضهم
ان یضعهما تحت السرة وکل ذالک واسع عندهم یعنے ترمذی نے کہا ہے
کہ حدیث هلب حسن ہے اور عمل اسپر ہے نزدیک اہل علم کے صحابہ وتابعین سے
اور ان کے بعد سے یہ کہ رکھا جائے دایاں ہاتھ بائیں پر نماز میں اور بعض کا اعتقاد
یا بعض کی رائے یہہ ہے کہ رکھیں ان کو ناف سے اونچے اور بعض کی رائے میں ناف
کے نیچے اور تمام یہہ واسع ہے اُن کے نزدیک اور یہہ بات بھی قابل غور ہے کہ ماموم
کو امام کی حالت وضع ایدی کا کس طرح پتہ چلا۔ یہہ تو اسی کو ہی معلوم ہو سکتا ہے
جو امام کو ایک طرف سے یا مقابل سے دیکھے۔ ثانیاً اس سے ہاتھ باندھنے ثابت
نہیں ہوئے۔ غائیت ما فی الباب یہہ کہ بائیں کو دائیں سے پکڑتے تھے۔

کیفیت وضع میں بہت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ باطن کف یمنے کو ظاہر
کف یسرے پر رکھیں بعض کے نزدیک باطن کف یسرے کو ذراع یمنے پر بعض کا
قول ہے کہ باطن کف یمنے کو مفصل یسرے پر اور ابو یوسف نے کہا کہ قبض کرے دست
راست کو اور بسط کرے یسرے کو اور سرخسی نے کہا ہے کہ بہت سے مشائخ کے
نزدیک مستحسن ہے جمع درمیان وضع وقبض اس طرح کہ باطن کف یمنے کو ظاہر کف
یسرے پر رکھیں اور حلقہ کریں خنصر وابہام سے رسغ پر شرح ترمذی از سراج احمد
صفحہ ۲۵ امام مالک کے نزدیک ارسال ہے یا جواز وضع تحت صدر اور نیز اس کے
نزدیک مستحب ہے وضع نفل میں اور ارسال فرض میں اور اسی کو ترجیح دی ہے اس کے

اصحاب سے مصریوں نے صـ۲۷۶ ترمذی ابوحنیفہ کے نزدیک اور ایک روائیت کے مطابق احمد حنبل کے نزدیک بھی ناف کے نیچے شافعی کے نزدیک برابر سینہ یعنے ناف سے اونچے اور ایک روائیت کے مطابق احمد حنبل کے نزدیک مخیر ہے خواہ ناف کے نیچے رکھے برابر سینہ اور احادیث ہر دو کے لئے وارد ہوئی ہیں اور کہا ہے کہ امر اسباب میں واسع ہے جو کچھ کرے درست ہے اور جو کچھ کہ متیقن ہے وہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے اور ناف کے نیچے یا برابر سینہ بخصوص ثابت نہیں اور یقینی نہیں اور چونکہ ایسا تھا امام ابوحنیفہ نے جو کچھ شاہد میں معہود ومتعاد تھا اختیار کیا اور وہ زیر ناف ہے۔ اشعۃ اللمعات جلد ا صـ۳۸۴ اور نووی نے شرح مسلم جلد ا صـ۱۷۳ میں لکھا ہے کہ امام مالک سے دوسری روائیت یہہ ہے کہ ہاتھ کھلے رکھے اور نہ باندھے نماز میں اور یہ اس کے جمہور اصحاب کی روائیت ہے اور یہی اشہر ہے اُن کے نزدیک اور یہی مذہب لیث بن سعد کا بھی ہے مستخلص شرح کنز میں ہے کہ اوزاعی قایل تخییر ہے یعنے اس کے نزدیک مصلی ہاتھ کھول کر اور باندھ کر نماز پڑھنے میں مختار ہے۔ چنانچہ میزان الشعرانی میں بہ تفصیل یہ امر مصرح ہے بلکہ یہہ بھی ظاہر ہے کہ ابن منذر زبیر سے روائیت کرتا ہے کہ وہ ارسال کرتا تھا اور حسن۔ ابن سیرین اور نخعی کے نزدیک بھی ارسال ضروری ہے اور شیخ ابن حجر فتح الباری میں بعد عبارت طویل لکھتا ہے کہ معمول امام مالک کے ہاں ارسال ہے۔ اگرچہ جواز وضع بھی مروی ہے اور ابوالطیب نے شرح ترمذی صـ۲۷۷ میں لکھا ہے کہ جب ایک راوی ایک حدیث روائیت کرے اور اس کے برخلاف عمل کرے تو اس کی روائیت پر عمل نہیں کیا جائیگا۔ اس کے مطابق مالک کی روائیت جواز وضع پر عمل نہیں ہو سکتا

اب یہ دیکھیے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا کیوں مقرر کیا گیا۔ ہدایہ میں ابوحنیفہ

نے دلیل میں بیان کیا ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا قریب تر ہے تعظیم کو اور
شرح کنز میں ہے کہ مالک نے کہا ہے کہ سنت ارسال ہے اسواسطے کہ وہ زیادہ
شاق ہے بدن پر اور وضع الیمین علے الشمال آرام واستراحت کیلئے ہے چنانچہ
دلالت کرتا ہے اسپر جو مروی ہے ابراہیم نخعی سے کہ تحقیق وہ لوگ نماز میں ہاتھ
باندھتے تھے اس خوف سے کہ انگلیوں کے سروں پر خون جمع نہو جاوے
کیونکہ نماز میں لوگ بہت طویل دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ باندھ
کر نماز پڑھنے کا طریقہ محض آرام کے لئے ایجاد کیا گیا۔ حمیدی نے جمع بین الصحیحین
میں لکھا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کی ابتداء دار الامارۃ دمشق میں ہوئی دراسات اللبیب
میں کتاب المصنف ابوبکر بن شیبہ سے مذکور ہے۔ وفیہ اثر عن عبد اللہ
بن الزبیر مرفوعا بعمر ابن دینار قال ابن الزبیر اذا صلے یرسل یدیہ یعنے
عبد اللہ بن زبیر دست کشادہ نماز پڑھتے تھے۔

اور سنن ابی داؤد ص ۱۰۹ میں ابن عباس سے مروی ہے۔ قال ان احبت
ان تنظر الے صلوۃ رسول اللہ فاقتد بصلوۃ عبد اللہ بن الزبیر یعنے
اگر نماز رسول اللہ کو دیکھنا چاہتا ہے تو اقتدا کر عبد اللہ بن زبیر کا نماز میں۔
دراسات اللبیب ص ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ اہل حرمین ہمیشہ معاویہ سے منحرف
رہے اور کبھی ہاتھ نہیں باندھے اور امام مالک بھی اہل مدینہ کے مذہب پر دست
کشادہ نماز پڑھتے تھے۔

مسلمانوں کی یہی حالت دیکھکر بعض صحابہ رویا کرتے تھے۔ چنانچہ حمیدی نے
جمع بین الصحیحین حدیث اول از بخاری از مسند انس بن مالک از زہری نقل کی
ہے۔ قال دخلت علے انس بن مالک بدمشق وھو یبکی فقلت ما یبکیک
فقال لا اعرف شیئا مما ادرکت الا ھذہ الصلوۃ قد ضیعت اور دوسری

حدیث میں ہے ما اعرف شیئا مما کان علی عہد رسول اللہ قیل الصلوٰۃ
قال لیس قد صنعتم ما صنعتم فیہا خلاصہ ہر دو احادیث یہ ہے کہ زہری کہتا ہے
کہ میں دمشق میں انس بن مالک کے پاس گیا وہ روتا تھا میں نے پوچھا کیوں روتے ہو
اُس نے کہا کہ صرف نماز ہی شریعت میں رہ گئی تھی۔ یہ بھی ضائع کی گئی اور
تصنع کیا تم نے اس میں جو کچھ کہ تصنع کیا۔ عاقل بصیر پر مخفی نہیں کہ صنعت نماز میں
ہاتھ باندھنا ہے کیونکہ ارسال یدین انسان کا طبعی فعل ہے اور اطلاق صنعت
فعل طبعی پر نہیں ہوتا۔ ان اخبار سے اختراع تکفیر نماز میں دار الخلافہ امیر معاویہ
میں واضح ہوئی اور یہ محدثات معاویہ سے ہی ہے۔ بعض لوگ تکفیر آیہ وکفوا
اید یکم سے ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳۸۹
میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد کفوا عن القتال ہے یعنی
قتال سے باز رہو اور تفسیر اہل البیت علیہم السلام میں وارد ہے کہ آیت
زمانہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق ہے اور فلما کتب علیہم القتال حضرت
امام حسینؑ کے زمانہ کے متعلق ہے۔ چنانچہ اگر پوری آیت کو بنظر غور دیکھا
جائے تو حقیقت منکشف ہو جائیگی پ ۵ ع ۸ میں ارشاد ہے۔ الم تر الی الذین
قیل لہم کفوا اید یکم واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فلما کتب علیہم القتال اذا
فریق منہم یخشون الناس کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ وقالوا ربنا لم کتبت
علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب قل متاع الدنیا قلیل والاٰخرۃ خیر
لمن اتقیٰ ولا تظلمون فتیلا یعنے آیا نہیں دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کے جن کو
کہا جائے کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ پس جب اُن پر
قتال فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک فریق ڈرتے ہیں لوگوں سے مثل ڈرنے
اللہ سے یا زیادہ ڈر اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہم پر قتال کیوں

فرض کیا تونے قریب مدت تک اس کو موخر کیوں کردی تو کہدے کہ متاع دنیا قلیل ہے اور آخرۃ بہتر ہے اس کے لئے جو متقی ہو اور نہیں تم ظلم کئے جاؤ گے کُتس بھر بھی اور معاویہ ہمعصر تھا حضرت امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کا تو اس زمانہ میں حکم ہوا تھا جنگ سے ہاتھ باز رکھنے کا۔ لیکن معاویہ اور اس کے طرفداروں نے نماز میں ہاتھ باندھنے شروع کئے۔

سوال ۔ آیا کفار و مشرکین نجس ہیں۔ اور ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیز کھانا، جائز نہیں: اس کا ثبوت شریعت کی رو سے کیا ہے۔

الجواب۔ قرآن شریف کے پ۱۰ ع ۱۰ میں ارشاد ہے۔ یا ایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء اللہ ان اللہ علیم حکیم۔

ترجمہ اے ایمان والو! جز این نیست کہ مشرک نجس ہیں۔ پس وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ جائیں اور اگر تم تنگی اور فقر سے ڈرو پس جلدی غنی کردیگا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے بتحقیق اللہ جاننے والا حکیم ہے۔ ظاہر آیات سے نجاست مشرکین ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر نجاست قلبی مراد ہوتی تو مسجد حرام کے پاس آنے سے منع نہ کئے جاتے۔ اور نیز وان خفتم عیلۃ سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مشرکین سے لین دین خرید و فروخت بند کردیں۔ اور اس امر کا محرک یہی ہوسکتا ہے کہ مشرکین کو نجس بہ نجاست ظاہری سمجھا جائے۔ چنانچہ درمنثور میں سعید بن جبیر سے روایت ہے لما نزلت انما المشرکون نجس الخ شق ھذا علی اصحاب النبیؐ وقالوا من یاتینا بطعامنا وبالمتاع فنزلت وان خفتم عیلۃ الخ یعنے جب آیۂ انما المشرکون نازل ہوئی تو اصحاب نبیؐ کو شاق ہوا اور انھوں نے کہا کہ کون لائیگا ہمارا طعام اور متاع تو آیت وان خفتم

نازل ہوئی تفسیر کشاف و بیضاوی میں ابن عباس صحابی سے مشرکین کے بارہ میں
منقول ہے انہ قال اعیانہم نجسۃ کالکلاب والخنازیر یعنے اصناف مشرکین و
کفار کتوں اور خنزیروں کی طرح نجس العین ہیں۔ اور تابعین میں سے حسن بصری
سے مروی ہے انہ قال من صافح مشرکاً فلیتوضأ ای فلیغتسل یدیہ لان
الوضوء یطلق علے غسل الید کما قال النبیؐ الوضوء قبل الطعام و بعدہ ینفی الفقر
غسل الید فی حالتین یعنے حسن بصری کا قول ہے کہ جو کوئی مشرک سے مصافحہ
کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھوں کو دھولیوے۔ اور عمر بن عبد العزیز بھی نجاست
مشرکین و کفار کے قائل تھے۔ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیت کے
ذیل میں لکھا ہے۔ المسئلۃ الرابعہ۔ قال ابو حنیفہ و اصحابہ اعضاء المحدث
نجسۃ بنجاسۃ حکمیۃ و بنوا علیہ ان الماء المستعمل فی الوضوء والجنابۃ نجسۃ
ثم روی ابو یوسف انہ نجس بنجاسۃ حقیقۃ و روی الحسن بن زیاد انہ نجس بنجاسۃ
غلیظۃ و روی محمد بن الحسن ان ذالک الماء طاہر و اعلم ان قولہ انما المشرکون
نجس یدل علے فساد ھذا القول لان کلمۃ انما للحصر و ھذا یقتضی ان لا نجس
الا المشرک فالقول بان اعضاء المحدث نجسۃ مخالف لھذا النص و العجب ان
ھذا النص صریح فی ان المشرک نجس و فی ان المومن لیس بنجس ثم ان قوماً
قلبوا القضیۃ و قالوا المشرک طاہر و المومن حال کونہ محدثاً او جنباً نجس
و زعموا ان المیاہ التی استعملہا المشرکون اعضائہم بقیت طاہرۃ مطہرۃ
والمیاہ التی یستعملہا اکابر الانبیاء فی اعضائہم نجسۃ بنجاسۃ غلیظۃ و ھذا
من عجب العجاب الخ یعنے ابو حنیفہ اور اس کے اصحاب نے کہا ہے کہ اعضاء محدث
نجاست حکمیہ سے نجس ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک نجاست حقیقیہ اور حسن بن
زیاد کے نزدیک نجاست غلیظہ سے اور آگاہ ہو کہ آیہ انما المشرکون نجس

ـه
ر ابن عباس
نشاپوری
جلد ۲ صـ ۲۳۶
تفسیر رازی
جلد ۴ صـ ۶۱۳

اس قول کے فساد بر دلالت کرتی ہے کیونکہ کلمۂ انما حصر کیلئے ہے جو مقتضی ہے کہ سوائے مشرک کے کوئی نجس نہو۔ پس یہ قول کہ اعضاء محدث نجس ہیں اس نص کے مخالف ہے اور تعجب ہے کہ یہہ نص صریح ہے کہ مشرک نجس ہے اور مومن نجس نہیں لیکن ایک قوم نے قضیہ کو برعکس کر دیا اور کہا ہے کہ مشرک طاہر ہے اور مومن حالت حدث وجنابت میں نجس ہے اور ان کے خیال میں جس پانی کو مشرکین اپنے اعضاء کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ تو پاک ہے اور جس کو اکابر انبیاء نے استعمال کیا وہ سخت ناپاک ہے۔ یہہ سخت تعجب کی بات ہے۔

یہہ تو دلائل نقلی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین نجس ہیں۔ ان کے علاوہ مشرکین غسل جنابت بھی نہیں کرتے اور نہ حدث سے وضو کرتے ہیں۔ تو وہ نجس ہی رہتے ہیں۔ وہ کتے وغیرہ کو نجس نہیں جانتے کتے ان کے برتنوں کو چاٹتے ہیں۔ انہی برتنوں میں وہ مٹھائی وغیرہ بنا کر بیچتے ہیں۔ مزید براں بعض مشرک خنزیر کھاتے ہیں۔ تو اندریں حالت ایک مسلمان کا ایمان کیسے قبول کر سکتا ہے۔ کہ مشرکین اور کفار کے ہاتھوں کی بنی ہوئی چیز کھائیں اور اپنے ایمان اور صفائی قلب کو مکدر کریں۔ ہمیں یہہ بھی دیکھنا چاہئے کہ غیرت بھی تو کچھ چیز ہے ان سے جب کوئی مسلم کچھ خریدنے جائے تو جو سلوک وہ چمار سے کرتے ہیں وہی مسلمان سے بھی۔ ایک گز دکان سے دور رہنا پڑتا ہے۔

اور وہ پیسے لے کر دور سے ہی چیز اسے دے دیتے ہیں۔ حالانکہ کتوں اور بلیوں کو اپنے پاس دکانوں پر رکھتے ہیں۔ تو کیا مسلمانوں میں اتنی بھی غیرت نہیں کہ جو قوم انھیں اس قدر حقیر و ذلیل سمجھے جا کر یہ اشیاء ضروریہ خریدیں۔ کیوں اپنی دکانیں نہیں کھولتے کیوں خود مسلمان اشیاء خوردنی نہیں بناتے کیا خدا نے تجارت سے منع فرمایا ہے؟ ہرگز نہیں خود حضرت رسول اکرمؐ نے تجارت

کی ہے۔ اسمیں سب سے بھاری فائدہ یہہ ہے کہ قوم کا روپیہ قوم میں ہی رہیگا۔ افراد کاسبہ کی تعداد زیادہ ہونے سے قوم کی ثروت بڑھے گی اور مسلمان خوشحال نظر آئینگے۔

سوال۔ اہل سنت معاویہ بن ابی سفیان کو بہت اچھا جانتے ہیں اور جناب امیر کے ساتھ اس کے محاربات کو خطاء اجتہادی پر ماول کرتے ہیں اور اسے بُرا سمجھنے والے کو کافر کہتے ہیں آپ مہربانی فرماکر حالات معاویہ کتب اہل سنت سے تحریر فرمائیں۔ تاکہ مخالفین پر حجت تمام کی جاوے واجرکم علے اللہ۔

جواب۔ حالات معاویہ رسالۂ تحذیر المعاندین میں تحریر کئے گئے ہیں۔ اسمقام پر بھی اس کا خلاصہ بمعہ چند مطالب زائدہ کے درج کیا جاتا ہے۔ معاویہ ابوسفیان کا بیٹا ہے۔ جو جنگ بدر وغیرہ میں حضرت پیغمبر کے مقابلہ میں لڑتا رہا۔ اور آخر بروز فتح مکہ ابن عباس کے کہنے سے اسلام لایا۔ استیعاب۔ اصابہ اور روضتہ الندیہ میں لکھا ہے۔ کہ یہہ مولفۃ القلوب سے تھا۔ اس کی والدہ ہندہ نے جنگ احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ کی لاش کا مثلہ کیا۔ اور اُن کے ناک کان کاٹکر گلے میں ہار ڈالا۔ اور اس کے بیٹے یزید نے جو کچھ ظلم اہل بیت پر کئے وہ سانحہ جان سوز کربلا سے ہویدا ہیں۔ اب اس کا اپنا حال سُنیں۔ محدثین اہل سنت مثل شاہ عبدالحق دہلوی اور فتح الباری جلد ۴ میں لکھا ہے کہ فضائل معاویہ میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ اور ایسا ہی صاحب عینی اسحاق بن راہویہ اور نسائی نے بھی لکھا ہے۔ بلکہ اس کے حق میں بددعا اور اس کو لعنت کی ہے۔ استیعاب اصابہ۔ اور مسند ابو داؤد میں لکھا ہے عن ابن عباس ان رسول اللہ صلعم بعث الی معاویہ فقیل انہ یاکل فقال رسول اللہ لا اشبع اللہ بطنہ۔ ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے معاویہ کی طرف آدمی بھیجا۔ کہا گیا کہ وہ کھا رہا ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ خدا اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے۔ اور کتاب ربیع الابرار زمخشری میں منقول ہے رای رسول اللہ سفیانا مقبلا علی حمار ومعہ ابنہ معاویۃ یقود ویزید یسوقہ فقال لعن اللہ الراکب والقائد والسائق یعنے رسول خدا نے دیکھا کہ ابوسفیان گدہے پر سوار آتا ہے اور اس کا بیٹا معاویہ گدھے کی لگام پکڑ کر آگے کھینچتا ہے اور یزید پیچھے سے اس کے گدھے کو ہانکتا ہے۔ رسول اللہ نے یہہ دیکھہ کر فرمایا کہ اللہ تعالے لعنت کرے اس خرسوار اور لگام کھینچنے والے اور پیچھے سے ہانکنے والے پر۔ اور اس کی تائید قرآن شریف سے ہوتی ہے۔ خداوند عالم نے بنی امیہ کو شجرہ ملعونہ فرمایا ہے تاریخ ابوالفدا میں ہے ولما بلغ عائشۃ قتل اخیہا محمد جزعت علیہ وقنتت دبر کل صلوۃ تدعون علی معاویۃ وعمرو بن العاص یعنے جب عائشہ کو اس کے بھائی محمدؐ کے قتل کی خبر پہنچی۔ تو اُس نے اسپر جزع کیا۔ اور ہر ایک نماز کے پیچھے معاویہ اور عمرو عاص پر قنوت میں بددعا کی۔ بدعات معاویہ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۶۔ ۱۔ معاویہ نے خطبہ بیٹھکر پڑھنا جاری کیا۔ حالانکہ رسول اللہ کھڑے ہوکر پڑھا کرتے تھے۔

(۲) خطبۂ عید کو نماز پر مقدم کیا اور سنت رسول اللہ اس کے برعکس تھی۔

(۳) عید کے روز قبل از نماز اذان مقرر کی۔

(۴) تکبیر کو نماز سے کم کردیا۔

(۵) اپنی خاص خدمات کے لئے خواجہ سراؤں کو مقرر کیا۔

(۶) مسجد میں امام کے لئے چھوٹا حجرہ بنایا۔

(۷) خانۂ کعبہ کو پوشش ڈالتے وقت برہنہ کرنے کی اجازت دی۔ حالانکہ اس سے قبل ایک پوشش پر دوسری پوشش ڈالی جاتی تھی۔

(۸) بیعت لیتے وقت حلف لینا جاری کیا۔

ہوں جسنے ام المومنین عائشہ کو زندہ گھڑے میں دبوا دیا ہو۔ جس نے حضرت ابوبکر کے فرزند ارجمند حضرت محمدؐ کو جلوا دیا ہو کیا وہ شخص مسلمان ہو سکتا ہے۔ کیا ایسے شخصوں کا نام مسلمان رکھنا مسلمان کے لئے ننگ وعار نہیں۔ علاوہ برین یہہ شخص جناب علی مرتضےٰ سرتاج اولیا پر سب وشتم ولعن وطرد منابر پر کروا تا رہا چنانچہ تاریخ ابوالفدا جلد ا صـ۹۶ میں لکھا ہے۔ وکان معاویہ واعمالہ یدعون لعثمان فی الخطبہ یوم الجمعہ ویسبون علیا ولما کان المغیرہ متولی الکوفہ کان یفعل ذالك طاعۃ لمعاویہ فکان یقوم حجر وجماعۃ منہ فیردون علیہ سبہ لعلی فلما ولی زیاد دعیٰ لعثمان وسب علیا یعنے معاویہ اور اوس کے عامل جمعہ کے خطبہ میں عثمان کے لئے دعا کرتے اور حضرت علیؑ کو سب کہا کرتے اور مغیرہ متولی کوفہ بھی معاویہ کی اطاعت سے ایسا ہی کیا کرتا حجر اور اس کے ساتھ کی جماعت اٹھکر اُن پر سب لوٹاتے تھے۔ جب زیاد والی ہوا تو وہ بھی عثمان کے لئے دعا اور علیؑ کو سب دیا کرتا تھا۔

صحیح مسلم میں مروی ہے۔ عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال امیر معاویہ بن ابی سفیان یا سعد ما منعك ان تسب ابا تراب فقال اما ما ذکرت ثلاثا قالھن لہ رسول اللّٰہ صلعم فلن اسبہ لان تکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمر النعم الحدیث۔ یعنے عامر بن سعد بن ابی وقاص اپنے باپ سے روائیت کرتا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سعد سے کہا کہ تجھے کیا چیز علیؑ کو سب دینے سے مانع ہے۔ سعد نے جواب دیا کہ جب تک وہ تین فضیلتیں جو جناب رسولؐ نے حضرت علیؑ کے لئے بیان فرمائی ہیں مجھے یاد ہیں۔ میں کبھی انکو سب ودشنام نہیں دوں گا۔ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہو تو مجھے شتران سُرخ موے سے زیادہ محبوب ہو

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ معاویہ لوگوں کو جناب امیرؑ کی سب کی تحریص کیا کرتا تھا۔ اور حدیث متفقہ سے ثابت ہے کہ سباب علیؑ سباب پیغمبرؐ ہے۔ من سبہ فقد سبنی۔ اور جو سباب ہو وہ ظاہر ہے کہ مبغض ودشمن ہے۔ پس ثابت ہوا کہ معاویہ دشمن علیؑ تھا۔ اور علیؑ کا مبغض پیغمبرؐ کا مبغض ہے۔ من البغضہ فقد البغضنی۔ اور نیز بغض علیؑ علامت نفاق ہے جیسا کہ ترمذی اور خصائص نسائی میں روایت ہے۔ عن معاشر الانصار لنعرف المنافقین ببغضھم علیا یعنے ہم گروہ انصار منافقین کو بغض علیؑ سے پہچانتے تھے۔ مودۃ القربیٰ میں شافعی بیان کرتا ہے عن سعید بن جبیر قال کنت اقود ابن عباس بعد ذھب بصرہ من المسجد فمر بقوم یسبون علیا فقال ردنی الیھم فرددتہ الیھم فقال ایکم سباب اللہ فقالوا سبحان اللہ من سب اللہ فقد کفر فقال اشھد باللہ واللہ لقد سمعت رسول اللہ یقول من سب علیا فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ ومن سب اللہ ورسولہ یوشک ان یاخذ لما انصرف یعنی ابن عباس۔ یعنے سعید بن جبیر کہتا ہے کہ جبکہ ابن عباسؓ کی بصارت جاچکی تھی تو میں ایک دن ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو مسجد سے باہر لارہا تھا۔ کہ ایک قوم پر سے گذر ہوا جو حضرت علیؑ کو (نعوذ باللہ) سب کر رہے تھے۔ ابن عباسؓ نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلو۔ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ کون شخص خدا کو گالیاں نکالنے والا ہے۔ انھوں نے کہا سبحان اللہ جس نے اللہ کو گالی دی وہ کافر ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ حضرت علیؑ کو کون دشنام دیتا ہے۔ انھوں نے کہا یہ امر واقعی ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ میں سوگند خدا کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضرت رسولؐ سے سنا ہے کہ جو علیؑ کو سب ودشنام دے وہ مجھے دیتا ہے۔ اور جو مجھے سب کرتا ہے وہ خدا کو

سب و دشنام دیتا ہے۔ اور جلدی خدا اس سے مواخذہ کرے گا یہہ کہہ کر آپ
اُن سے رخصت ہوئے اس سے ثابت ہوا کہ سباب علیؑ کافر ہے اب رہا خطائے
اجتہادی کا فیصلہ اول تو مجتہد کے لئے مومن ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ اگر کافر و منافق
کا اجتہاد بھی درست ہو تو ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی کے محاربات کو بھی خطائے
اجتہادی سے ماول کریں۔ اور احادیث مذکورہ بالا سے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ
معاویہ اور اس کی جماعت سباب علیؑ تھی اور سباب علیؑ سباب خدا ہے اور سباب
خدا کافر ہے۔ مودۃ القربیٰ میں بروایت ابوہریرہ ذکر ہے۔ قال نظر رسول اللہ
صلعم الیٰ علی و فاطمہ والحسن والحسینؑ فقال انا حرب لمن حاربکم و سلم لمن
سالمکم یعنے حضرت رسولؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنین سلام اللہ علیہم کی طرف
دیکھہ کر فرمایا کہ میں جنگ کرنے والا ہوں ان سے جو ان سے جنگ کرے اور جو
تمہارے ساتھ صلح و آشتی میں ہوں میں بھی اس سے صلح میں ہوں۔ یہی حدیث
ترمذی اور ابن ماجہ مشکوٰۃ کنز العمال۔ صواعق محرقہ اور نزول
الابرار میں بھی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علیؑ کے ساتھ جنگ کرنا حضرت رسولؐ
کے ساتھ جنگ کرنا ہے اور حضرت رسولؐ کے ساتھ جنگ کرنا کفر ہے۔ پس معاویہ
محارب رسول اللہ ہوا اور محارب رسول اللہ کو کون شخص مسلمان کہہ
سکتا ہے۔ یہہ محاربہ صفین تین صورتوں سے خالی نہیں یا دونوں فریق حق پر
یا دونوں باطل پر یا ایک حق اور ایک باطل پر۔ پہلی دو صورتیں بسبب اجتماع
ضدین و ارتفاع ضدین باطل ہوئیں اب رہ گئی تیسری صورت کہ ایک فریق
حق پر ہو اور دوسرا باطل پر۔ جس کے لئے عقل صریح اور نقل صحیح سے ثابت ہوتا
ہے۔ کہ حضرت علیؑ حق پر تھے اور ان کے مخالف باطل پر۔ کیونکہ حضرت رسولؐ نے
فرمایا علی مع الحق والحق مع علی۔ علی مع القرآن والقرآن مع علی۔ علی حق د

قرآن کے ساتھ ہے اور حق وقرآن حضرت علیؑ کے ساتھ ہیں۔ اور علیؑ معصوم ومطہر وخلیفہ منصوص اور معاویہ باغی چنانچہ شاہ عبد العزیز دہلوی نے تحفہ اثنا عشری میں لکھا ہے کہ اہل سنت قاطبتہً اجماع دارند برانکہ معاویہ بن ابوسفیان از ابتدائے امامت حضرت امیر لغایت تفویض حضرت امام حسنؑ باوازہ بغاۃ بود کہ اطاعت امام وقت بنداشت یعنے تمام اہلسنت کا اجماع ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان ابتدائے امامت جناب امیر سے لغایت تفویض حضرت حسنؑ باغی تھا اور امام وقت کی اطاعت نہیں رکھتا تھا۔ اور ثابت ہے کہ معاویہ مبغض علیؑ تھا۔ پس یہہ محاربات بھی مبنی اسی بغض پر تھے۔ چنانچہ فتاوی عبد العزیز صـ۹۳ میں لکھا ہے۔ محققین اہل حدیث بعد تتبع روایات صحیح دریافتہ اند کہ ایں حرکات خالی از شائبہ نفسانی نبودہ وخالی از تہمت تعصب مویہ قرشیہ کہ بجناب ذی النورین داشتہ نبودہ است۔ اور شاہ صاحب باب ۱۲ تحفہ میں لکھتے ہیں کہ محارب حضرت مرتضٰے اگر از راہ عداوت وبغض است نزد اہل سنت کافر است بالاجماع یعنے ازراہ عداوت وبغض حضرت علیؑ سے لڑنیوالا کافر ہے۔ پس معاویہ کے کافر ہونے میں کیا عذر رہا۔ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص میں لکھا ہے۔ وما دعوی الاجتہاد لمعاویہ فی قتال الا کدعوی ابن حزم ان ابن ملجم اشقی الا حزین مجتهد فی قتلہ۔ یعنے نہیں ہے۔ دعوئے اجتہاد معاویہ کے لئے حضرت علیؑ سے جنگ کرنے میں مگر مثل دعوئے ابن حزم کہ ابن ملجم شقی ترین آخرین قتل جناب امیرؑ میں مجتہد تھا۔ سوالات جناب دیوان سید سلطان احمد صاحب رئیس جلالپور مردالہ ضلع ملتان۔ ۱۔ کافی جلد ۳۔ کتاب روضہ صـ۳۸ میں ایک حدیث ہے جس کا مطلب یہہ کہ دین محبت ہے۔ نماز روزے کی ضرورت نہیں۔ جواب اصل حدیث کا لب لباب

یہہ ہے معصوم علیہ السلام نے فرمایا هل الدین الا الحب قال اللہ جب الیکم الایمان وزینه فی قلوبکم وقال ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وقال یحبون من هاجر الیهم ان رجلا الی النبی فقال یا رسول اللہ احب المصلین ولا اصلی واحب الصوامین ولا اصوم فقال له رسول اللہ انت مع من احببت ولک ما اکتسبت - خلاصہ ترجمہ یہہ ہے کہ تو ساتھ اُن کے ہے۔ جنسے محبت رکھتا ہے اور تیری لئے وہ ہے جو تو نے کیا اس میں نہ نجات کا ذکر ہے اور نہ عدم ضرورت صلوٰت وصوم کا اور نہ معیت اخروی کا۔ ممکن ہے اس سے یہہ مقصود ہو کہ حقوق اسلامیت میں دنیا میں غیر مصلی جو مصلین سے محبت رکھتا ہے مصلی کے ساتھ ہو جاتا ہے اور آخرت کے لئے ولك ما اکتسبت جیسا کیا ویسا بھرے گا۔ اور مرۃ العقول جلد ۲ صہ ۲۸۳ میں ہے کہ یہہ حدیث ضعیف ہے۔

سوال۔ کافی۔ جلد ا۔ کتاب الجنائز۔ صہ ۹۳ میں ایک حدیث ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو اور تیمم جائز ہے بلکہ حالت جنابت میں بھی بغیر غسل کے پڑھ سکتا ہے حالانکہ رسول اللہؐ کی حدیث ہے۔ لاصلوٰۃ الا بطهور یعنے بغیر طہارت کے کوئی نماز نہیں۔

جواب۔ امامیہ کا یہی مذہب ہے اور عامہ سے شعبی اور محمد بن جریر طبری کا بھی یہی مذہب ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ صرف میت کے لئے دعا ہے اور دعا کے لئے طہارت کی حاجت نہیں جیسے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا جب کہ یونس بن یعقوب نے جناب سے پوچھا کہ کیا میں نماز جنازہ بغیر وضو کے پڑھ لیا کروں۔ آپنے فرمایا۔ ہاں۔ اے یونس! کیونکہ نماز جنازہ صرف تکبیر وتسبیح وتحمید وتہلیل ہے جیسے کہ تو تکبیر وتسبیح کرتا ہے اپنے گھر میں بغیر

وضو کے۔ حدیث محولہ فرائض پر محمول ہے کیونکہ صلوٰۃ شرعی حقیقتاً انہی پر اطلاق پاتا ہے۔ ہاں ہمارے ہاں نماز جنازہ کے لئے طہارت مستحب ہے نہ کہ واجب کما بین صاحب تذکرۃ الفقہاء۔

سوال - کافی جلد ا - کتاب الطہارۃ صـ۲۶ میں ایک حدیث ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جنب اور حائض کے لئے سوائے مسجد الحرام اور مسجد رسولؐ کے باقی تمام مساجد میں سے گذرنا جائز ہے۔ لیکن ان میں توقف جائز نہیں ویقرء ویذکر یعنے ان ہر دو حالتوں میں جنب اور حائض قرءت کرسکتا ہے اور نیز ذکر خدا کرسکتا ہے۔ جناب اسکی کیا وجہ ہے کہ حالت ناپاکی میں قرءت قرآن اور ذکر خدا جائز کیا گیا۔

جواب - حالت جنابت اور حیض میں مسجدوں سے گذرنے کے فتوے میں حضرات عامہ ہم سے متفق ہیں۔ لیکن قرآت قرآن پس جنب اور حائض کے لئے سورۂ الم یعنے سجدہ لقمان۔ حم سجدہ والنجم اور اقرء باسم ربک کی قرأت حرام ہے۔ اور دیگر سورتوں کی سات آیات سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور جب ستر آیات سے زیادہ قرأت ہو تو کراہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور حضرت باقرؑ کا قول ہے۔ کہ جنب اور حائض مصحف پر کپڑا رکھکر اسے کھولیں اور پڑھیں قرآن سے جو چاہیں سوا سجدہ کے اور عامہ میں سے سعید بن مسیب کی نسبت منقول ہے کہ ان سے پوچھا گیا۔ آیا جنب قران پڑھ سکتا ہے۔ اس نے کہا اس میں حرج ہی کیا ہے۔ کیا قرآن اس کے سینہ میں نہیں ہے؟ اور یہی داؤد بن المنذر سے منقول ہے۔ کیونکہ عائشہ نے کہا ہے ان النبی لم یکن نیرك ذکر اللہ علیٰ کل احیانہ یعنے حضور پیغمبرؐ نے ذکر خدا کو کسی وقت نہیں چھوڑا۔ اور امام مالک کا فتوےٰ ہے کہ حائض قرآن

پڑھے اور جنب آیات یسیرہ پڑھے۔ کیونکہ حائض کے ایام حدث لمبے زیادہ ہوتے ہیں۔ پس اگر ہم اسے قرأت سے منع کریں تو اسے قرآن بھول جائیگا۔ اور اوزاعی نے کہا ہے کہ جنب نہ پڑھے مگر آئیت رکوب ونزول اور قعود مثل سبحان الذی سخر لنا ھٰذا ورب انزلنی منزلا مبارکا۔ ذکر اللہ کے لئے حکم ہے کہ حائض ہر وقت نماز پر وضو کرے اور مصلے پر بیٹھکر نماز کی مقدار کے مطابق اللہ کا ذکر کرے۔ تسبیح وتہلیل کرے۔

تنبیہ۔ اس وضوء سے حدث مرتفع نہیں ہوتا۔

کافی۔ جلد ا۔ کتاب الصلوٰۃ صہ ۱۸۵۔ سجدہ تلاوتی بغیر طہارت کے کیوں جائز رکھا گیا۔ حالانکہ قول پیغمبر ہے لا یقبل اللہ صلوٰۃ بغیر طہور۔ اور سجدہ عموم صلوٰۃ میں داخل ہے۔ کیونکہ جو منافی صلواۃ ہے۔ وہ منافی سجدہ بھی ہے مثلاً کفر۔

الجواب۔ قول پیغمبر میں صرف صلوٰۃ ہے جس سے صلوٰۃ مقرر کردہ شارع ہی مقصود ہے۔ اور سجدہ تلاوتی اس صلوٰۃ کے عموم میں داخل نہیں ہوسکتا اور کفر تو تمام عبادات واجبہ ومندوبہ کے منافی ہے خواہ وہ مشروط بالطہارت ہوں یا نہوں۔ پس کفر کی مثال قیاس مع الفاروق ہے۔

سوال۔ کافی جلد ا۔ کتاب الصلوٰۃ صہ ۲۳۵ میں ایک حدیث ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کپڑے میں بول وبراز حیوانات مایوکل اللحم لگ جائے تو اس میں نماز جائز ہے۔ اسپر سنی اعتراض کرتے ہیں۔

الجواب۔ یہہ مسئلہ خود اہل سنت کے ہاں بھی ہے۔ چنانچہ ہدایہ صہ ۲۵ میں ہے۔ وان کانت مخففہ کبول مایوکل اللحم جازت الصلوٰۃ معہ حتے یبلغ ربع الثوب ویروی ذالک عن ابی حنیفہ یعنے اگر ہوگی وہی نجاست

حنیفہ مانند پیشاب ان جانوروں کے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کے ساتھ نماز جائز ہوگی یہاں تک کہ چوتھائی کپڑے تک پہنچ گئی ہو۔ مروی ہے یہہ ابو حنیفہ سے اور یہی فتوے شرح وقایہ کتاب الطہارۃ صـ۳۶ اور فتاوی عالمگیری جلد ا صـ۴۴ اور درمختار صـ۴۴ میں لکھا ہے وعفی دون الربع جمیع بدن وثوب یعنے معاف ہے وہ نجاست جو چوتھے حصہ سے کم ہو کل بدن اور کپڑے میں اور مشکوۃ مترجم مطبوعہ مطبع القرآن والسنہ امرتسر کے صـ۱۵۳ میں عائشہ سے روائیت ہے۔ قالت کنت افرك المنی من ثوب رسول اللہ رواہ مسلم بروایۃ علقمہ واسود عن عائشہ نحوہ وفیہ ثم یصلی فیہ یعنے میں رسول اللہ کے کپڑے کے منی ملتی اور آپ اس اس میں نماز پڑھتے۔ یعنے یہاں منی کو بھی پاک کہا گیا۔

سوال۔ کافی جلد ا کتاب الطہارۃ صـ۷ باب اختلاط المطر بالبول میں ایک حدیث ہے کہ اگر ایک میزاب سے آب باران جاری ہو اور دوسرے سے پیشاب اور دونو ملجائیں اور کپڑے میں لگیں فلاباس یہہ بھی محل اعتراض ہے۔

جواب۔ یہہ حدیث صحیح ہے۔ کیونکہ آب باران حالت جریان میں حکم آب جاری رکھتا ہے۔ اور آب جاری ملاقات نجاست سے نجس نہیں ہوتا مگر یہ تغیر ہو صفات ثلثہ اور مذہب ابو حنیفہ کا بھی ہے اور یہہ حکم آیت وانزل من السماء ماء طہورا کے ہم سے مستنبط ہے۔ ایسی ہی اگر حالت تقاطر مطر میں اس میں آثار قدہو اور کپڑوں پر گرے تو کچھ مضائقہ نہیں بدلیل مذکور۔

سوال۔ کافی جلد ۲۔ کتاب النکاح صـ۱۶۱ میں ایک حدیث ہے کہ نکاح بغیر شہود کے درست ہے۔

جواب۔ حدیث بالکل واضح ہے۔ حضرت ابی عبداللہ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کسی عورت سے تزویج کرے بغیر شہود کے۔ آپنے فرمایا تزویج کرے

البتہ جو کچھ درمیان اس کے اور اللہ کے ہے۔ جز این نیست کہ شہود کی ضرورت اولاد کی وجہ سے ہے۔ اگر یہہ نہوتا تو کچھ ڈر نہیں تھا۔ کیونکہ نکاح تو ایجاب و قبول ہے۔ اگر انہوں نے خود صیغ نکاح پڑھ لئے تو نکاح ان کا درست ہے وطی حلال ہے۔

سوال۔۔۔ کافی جلد ۲۔ کتاب الاطعمہ باب اختلاط المیتۃ بالذکی صـ۲۶ میں ایک حدیث ہے۔ کہ ایک شخص کے پاس گائے اور بکری ہے ان میں سے ایک کو میتہ اور دوسری کو ذبح پاتا ہے۔ اگر دونوں کو ملا کر فروخت کرے تو جائز ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعوں کے ہاں مردار کی بیع جائز ہے عمداً۔

جواب۔ حدیث میں وارد ہے کہ اگر میتہ اوذکی ملجاویں نہ یہ کہ خود ملائے تو اگر اس شخص کے پاس بیچے جو میتہ کو حلال جانتا ہے تو جائز ہے۔ لیکن اسے خود نہیں کہا سکتا اور نہ اہل اسلام کے پاس اس کی بیع جائز ہے جب تک کہ ذکی کو بعینہ نہ جانلیوی اور اس پر اجماع امامیہ ہے۔ صاحب جواہر الکلام نے لکھا ہے بکا کان حسنا ان قصد بیع المذکی پھر لکھتے ہیں ان المراد بالبیع فی النص مطلق النقل الذی یکون بالصلح والھبۃ المعوضۃ ونحوھما مما لا یشترط فیہ المعلومیہ او یقال بالاکتفاء فی صحۃ مع قصد المذکی منہما وان اشتبہ بغیرہ خصوصا بعد فرض کونہ معلوما لہما الخ۔ لیکن ابن ادریس وغیرہ نے ایسی بیع سے منع کیا ہے۔

کافی جلد ۲ کتاب الاطعمہ صـ۱۴۴ میں ایک حدیث ہے کہ مردہ مرغی کے شکم کا بیضہ حلال ہے۔

جواب۔ یہہ حدیث اس جگہ نہیں پائی جاتی۔ لیکن مسئلہ یہہ ہے کہ مذبوح کے شکم سے جو بیضہ نکلے اور پورا و کامل بیضہ ہو تو عیب نہیں۔ البتہ مردہ کا مل

اشکال ہے۔

سوال۔ کافی جلد۲ کتاب النکاح صفحہ۱۹۵ میں ایک حدیث ہے کہ اگر متعہ والی عورت کو دوسری شہر میں لے جاویں تو پہلا متعہ فاسد ہوجاتا ہے۔ وہ دوسرے سے متعہ کرلے۔

جواب۔ اصل حدیث یوں ہے۔ قال سئلت ابا الحسن عن الرجل یتزوج المرءۃ فیحملہا من بلد الیٰ بلد فقال یجوز النکاح الاٰخر ولا یجوز ھذا یعنے حضرت ابوالحسن سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی ایک عورت سے متعہ کرتا ہے پس اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتا ہے۔ آپنے فرمایا کہ وہ مرد دوسرا نکاح متعہ کرلے اور یہہ نہ کرے۔ جبتک میعاد متعہ اور اس کا عدہ ختم نہو تو عورت ممتوعہ دوسرے شخص سے متعہ نہیں کرسکتی اور مندرجہ بالا حدیث اس موقعہ کے لئے ہے کہ جب عورت اپنے شہر سے دوسرے شہر جانے کو ناپسند کرلی ہو۔

مندرجہ ذیل سوالات ملک سندھ سے آئے تھے جو معہ ان جوابات کے جو حقیر نے دئے افادۂ ناظرین کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

سوال۔ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو عالم الغیب جاننا اور صفات الٰہی جلشانہٗ میں شریک پیدا کرنا یہہ اچھا کام اور راستۂ ہدائیت نہیں۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیعۂ علی مرتضیٰ علیہ السلام کہنا افترا اور انبیاء کو نبوت کی شان سے گھٹانا اور اہانت ہے۔

۳۔ خالق خیر کے سوا خالق شر علحدہ دوسرا جاننا شرک ہے۔

۴۔ حضرت یونس علیہ السلام جو قوم سے بھاگ گیا تو اس کی نبوت میں نقص نہ آیا پھر اگر ثلثہ جنگوں سے بھاگے تو کیوں لائق خلافت نہوں گے

۵۔ وورث سلیمان داؤد میں وراثت علمی مقصود ہے نہ مالی چنانچہ

کتاب کافی میں یہہ حدیث ہے وان محمدا ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا

۶۔ شیعوں کے نزدیک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اہل بیت میں داخل نہیں چنانچہ کافی میں ہے۔ عن ابی عبد اللہ فی قولہ عزوجل اغفر لی والوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا یعنی الولایہ من دخل فی الولایۃ دخل فی بیت الانبیأ وقولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یعنے الائمہ وولایتہم من دخل فیھا دخل فی بیت النبی چونکہ حضرت زہرا امام نہیں تھیں اس لئے وہ اہل بیت سے باہر ہیں صاحب شافی فی شرح کافی لکھتا ہے ان اھل بیت کل نبی اوصیائہ وعلے ھذا یمکن دخول الفاطمہ باعتبار انہا وسیلتہ وصایتہ ویمکن ان لاتکون داخلۃ فی اھل البیت۔

۷۔ اہل البیت ازواج نبی ہیں چنانچہ زوجات نبی اور اہل البیت آپسمیں ہمدرد ہیں۔ ھر ایک کے ۷۹۴ عدد ہیں۔

جوابات

جواب ۱۔ ائمہ کو عالم الغیب جاننے میں کوئی شرک نہیں۔ کیونکہ ان کے علم غیب کو شیعہ موہبی مانتے ہیں۔ شرک تب ہو جب کہ ذاتی مانا جاوے۔ خاصان خدا کو (انبیا، و اوصیاء) کو منجانب اللہ علم غیب عطا ہوتا ہے۔ چنانچہ سورہ جن میں فرماتا ہے۔ عالم الغیب و الشھادۃ فلا یظھر علے غیبہ احد الامن ارتضیٰ من رسول یعنے (اللہ) جاننے والا ہے غیب کا اور ظاہر کا نہیں آگاہ ہوتا اس کے غیب پر کوئی مگر وہ جن کو پسندیدہ کر لیوے اپنے فرستادوں سے۔ چونکہ ائمہ بھی مرتضے اور منتخب باری کے تھے اور نیز بوساطت نبی فرستادہ خدا تھے اس لئے

اُن کے عالم الغیب ہونے میں کسی طرح شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ۔ خالق فرماتا ہے۔ وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا یعنے اسی طرح ہم نے تم کو (امۃ) کی طرف خطاب ہے) امۃ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہے۔ گواہ وہی ہو سکتا ہے۔ جسکو واقعہ کا علم ہو اس سے ائمہؑ کی غیب دانی ثابت ہوئی۔ اگر یہہ شرک ہوتا تو قرآن کیوں اس کی تلقین کرتا۔ کیا قرآن معلم شرک ہے۔ اگر ائمہؑ کو عالم الغیب کہنا شرک ہے تو پھر کسی کو عالم کہنا بھی شرک ہوا۔

۲۔ نہایہ میں ابن اثیر جزری لغت شیعہ میں لکھتے ہیں شیعۃ الرجل بالکسر اتباعہ والصارہ وقد غلب ھذا الاسم علی کل من یتولا علیا ابن ابی طالب خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اسم شیعہ اکثر اسپر بولا جاتا ہے جو علی ابن ابی طالب سے محبت کرے۔ چونکہ حضرت ابراہیم محب علیؑ تھے۔ اس لئے اُن کو شیعہ علیؑ کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور نہ اُن کی اس میں کوئی اہانت ہے۔ حضرت علیؑ مطابق حدیث متفقہ من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ والی ابراھیم فی خلتہ الخ تمام انبیاء سے سوائے خاتم کے افضل ہیں۔

۳۔ اولاً تو یہہ کہ شر کوئی علحدہ چیز نہیں خیر کے برخلاف کرنا ہی شر ہے۔ جیسے دن گیا تو ظلمتِ شب آگئی ویسے ہی جب خیر گئی تو شر کا وجود آیا۔ خیر کے محرک کو ملک کہتے ہیں اور شر کے محرک کو ابلیس۔ ابلیس محرک ہے نہ کہ اس کا خالق چونکہ وہ راندۂ باری ہے۔ اس لئے اس کے فعل کو باری کی طرف منسوب نہیں کر سکتے اسی لئے ہمارے ہاں دعاء میں ہے والشر لیس الیک ثنویہ مجوس کا اعتقاد ہے کہ خالق شر اہرمن ہے نہ شیعوں کا۔

۴۔ فعل معصوم کو فعل غیر معصوم پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

یونسؑ نبیؑ تھے اور نبیؑ سے کسی حالت میں عمداً سہواً کوئی گناہ صغیرہ وکبیرہ سرزد نہیں ہو سکتا اس لئے انکا بھاگنا کوئی گناہ نہیں۔ دوم یہہ کہ ان کی ہجرت قوم فجرہ سے تھی برخلاف اس کے ثلثہ رسول اللہؐ سے بھاگے۔ سوم یہہ کہ جنگوں سے بھاگنے والوں کو اللہ نے ظالم کہا ہے اور ظالم مطابق لاینال عہدی الظالمین۔ عہدہٗ خلافت وامامت کے لائق نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ فلما کتب علیہم القتال تولوا الا قلیل منہم واللہ علیم بالظالمین۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے لیس لک من الامر شئی اما الیعذبہم او یتوب علیہم فانہ علیم بالظالمین صاحب عمدۃ القاری سنی اس آئیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہہ آئیت جنگ احد سے بھاگنے والوں کی شان میں نازل ہوئی جنمیں عثمان بن عفان بھی تھے۔ ایک اور جگہ جنگوں سے بھاگنے والوں کو مغضوب علیہم کہا ہے۔ چنانچہ اس کا آخری حصہ یہہ ہے او متحیز القتال فقد باء بغضب من اللہ الخ

۵- یہہ حدیث کافی کتاب الحجۃ جزء سوم باب سی وسوم میں دو جگہ ہے پہلی یہہ ہے۔ قال ابو عبداللہ علیہ السلام ان سلیمان ورث داؤد وان محمد ورث سلیمان وانا ورثنا محمد وان عندنا علم التوریت والانجیل والزبور وتبیان ما فی الالواح الخ دوسری حدیث یہہ ہے راوی کہتا ہے کنت عند ابی عبداللہ وعندہ ابو بصیر فقال ابو عبداللہ ان داؤد ورث علم الانبیاء وان سلیمان ورث داؤد وان محمدؐ ورث سلیمان وانا ورثنا محمد وان عندنا صحف ابراہیم والواح موسی الخ اول یہہ دونو احادیث اس باب میں ہیں جن کا عنوان ہے۔ ان الائمۃ علیہم السلام ورثوا علم النبی وجمیع الانبیاء والاوصیاء علیہم السلام الذین من قبلہم یعنے وراثت علمی کے باب میں نسالی میں۔ دوم یہہ کہ ان سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء کے مال کا

کوئی وارث نہیں ہوتا۔ سوم یہہ کہ احادیث تفسیر و تاویل وورث سلیمان داؤد میں وارد نہیں ہوئیں اور اگر بالفرض مانا بھی جائے تو بھی سلیمانؑ ہم مال و علم داؤد کا وارث بنا۔ چہارم یہہ کہ حضرت ابو عبداللہ کیسے مخالفت کرتے اپنی جدّہ مطہرہ فاطمہ زہراء کی جنہوں نے آیہ وورث سلیمان داؤدؑ وراثت مالی کے ثبوت میں پیش کی تھی۔ پنجم حسن بصری امام اہل سنت قائل ہے کہ ورث سلیمان داؤد میں وراثت مالی مقصود ہے۔ ششم۔ فخر الدین رازی جلد سادس تفسیر کبیر صـ۵۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ اس میں ملک اور نبوت دونوں مراد ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ومما یبین ما قلناه انہ لو فصل فقال وورث سلیمان داود ماله لم یکن لقوله وقال یا ایها الناس علمنا منطق الطیر معنی واذا قلنا وورث مقامه من النبوة والملك حسن ذالك لان منطق الطیر یکون داخلا فی الجملة ما ورثه وکذالك قوله تعالیٰ واوتینا من کل شئی لان وارث الملك یجمع ذالك ووارث المال لا یجمعه وقوله ان هذا لهو الفضل المبین لا یلیق ایضًا الا بما ذکرنا دون المال الذی قد یحصل للکامل والناقص وما ذکره الله تعالیٰ من جنود سلیمان بعده لا یلیق الا بما ذکرناه فبطل بما ذکرنا قول من زعم انه لم یرث الا المال ---------- فاما اذا قیل لا رث المال والملك معا فهذا لا یبطل بالوجوه التی ذکرناها بل بظاهر قوله علیه السلام نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نوورث خلاصہ یہہ کہ اگر آیت وورث سلیمانؑ میں یہہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان نے ورثہ پایا مال و ملک معاً تو یہ باطل نہیں ہوتا ان وجوہ (قرآنی) سے جن کو ہم نے بیان کیا ہے۔ بلکہ بظاہر حدیث نحن معاشر سے (احقر) حدیث قرآن کی مبطل و ناسخ نہیں ہو سکتی۔

۲۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام باتفاق جمہور علماء اہلبیتؑ میں داخل ہیں احادیث مرقومہ سے کہیں یہہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ اہل بیت میں داخل

نہیں اسی کتاب کافی کتاب الحجۃ باب ۲۲ میں ہے فلو سکت رسول اللہ ولم یبین من اھل بیتہ ادعاہا آل فلان وآل فلان ولکن اللہ عزوجل نزلہ فی کتابہ تصدیقا لنبیہ علیہ السلام انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا فکان علی والحسن والحسین وفاطمۃ علیہم السلام فادخلہم رسول اللہ تحت الکساء فی بیت ام سلمۃ ثم قال اللہم ان لکل نبی اھلا وثقلاً ھؤلاء اھل بیتی وثقلی فقالت ام سلمۃ الست من اھلک فقال انک الی خیر
اس سے صریحاً ثابت ہے کہ حضرت زہرا اہل بیت میں داخل ہیں۔ اور اسی حدیث کو باختلاف الفاظ مسلم۔ ترمذی۔ بیہقی۔ احمد طبرانی۔ حاکم۔ ابو حاتم دیلمی ابن سعد۔ ابن جریر طبری اور طبرانی اور شعبی اور صاحب معالم التنزیل وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔ اور علماء امامیہ کا بھی اسپر اتفاق ہے۔ کوئی حدیث احاد یا قول شارح بمقابل متواترات قابل پذیرائی نہیں۔

۷۔ محض بمعدد ہونا کسی امر کی صحت کی دلیل نہیں ہوسکتا اور نیز حالت مرقومہ میں حصر اہل بیت کا ازواج میں ہی ہوتا ہے۔ جو کہ بالاتفاق درست نہیں کیونکہ خمسہ بخنا اور دیگر ائمہ بھی بروایات اہل سنت اس میں داخل ہیں اور نیز یہ مخالف ہے اس حدیث کا جو زید بن ارقم سے مسلم میں درج ہے کہ ازواج اہل بیت میں داخل نہیں جبپر زید نے اللہ کی قسم کھائی اور دلیل دی ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومہ۔ نیز یہ کہ اہل بیت مطہر ہیں بنص آیہ تطہیر۔ لیکن ازواج مطہرہ نہ تھیں۔ انمیں بعض کی کجی دل کی جو نجاست قلبی ہے قرآن میں ظاہر کی ہے۔ فقد صغت قلوبکما بموجب آیہ تطہیر اہل بیت کبھی مخالفت حکم خدا نہیں کرتے لیکن عائشہ نے صریحاً وقرن فی بیوتکن ودیگر احکام کی مخالفت کی۔

سوال - کافی جلد۳ - کتاب الروضہ ص۱۱۸ میں ایک حدیث ہے کہ ہلاک ہوگئے سب لوگ مگر ثلاثہ - حاشیہ پر حضرات ابوذرؓ - سلمانؓ - اور مقدادؓ کا نام درج ہے - تو اب سوال یہہ ہے - کہ ان ثلاثہ سے خلفاء ثلاثہ مراد ہیں جو متنازعہ فیہ ہیں - کیونکہ ثلاثہ نامبردہ تو مسلم شیعہ ہیں -

جواب - اصل حدیث یوں ہے قال سمعت عبدالملک بن اعین یسئال اباعبداللہ فلم یزل یسئالہ حتی قال هلك الناس اذا قال ای واللہ یا ابن اعین هلك الناس انا قال ای واللہ یا ابن اعین فهلك الناس احمعین قلت من فی المشرق والمغرب قال انها فتحت بضلال ای واللہ لهلکوا الا ثلثة یعنے راوی نے کہا سنا میں نے عبدالملک بن اعین کو سوال کرتے اباعبداللہ سے پس آپ سے پوچھتا رہا یہاں تک کہ فرمایا حضرت نے کہ ہلاک ہوگئے آدمی جبکہ کہا قسم ہے اللہ کی اے ابن اعین پس ہلاک ہوگئے سارے لوگ - میں نے کہا جو کوئی مشرق میں ہے اور مغرب میں ہے - فرمایا وہ کھلی ضلال سے یعنے قسم ہے اللہ کی ہلاک ہوگئے مگر تین - اس جگہ ثلاثہ سے خلفاء ثلاثہ ہرگز مراد نہیں ہوسکتے - کیونکہ ان کا ایمان ہی ثابت نہیں پس وہ ناجی کیسے ہوسکتے ہیں مفصلاً احقر نے **رسالۂ الانصاف** میں لکھا ہے - ملاحظ فرمائیے کہ جن ثلاثہ مقداد - سلمان - ابوذر کا نام حاشیہ کافی میں درج ہے - انہی ثلاثہ کا نام کتب اہل سنت میں بھی ہے - کہ ان کا چوتھا حضرت علیؑ ہے - ترمذی - ومشکوٰۃ میں لکھا ہے قال النبی ان اللہ تبارك وتعالیٰ امرنی بحب اربعة واخبرنی انه یحبهم قیل یارسول اللہ سمهم لنا قال علی منهم یقول ذالك ثلثا وابوذر والمقداد وسلمان امرنی بحبهم واخبرنی انه یحبهم یعنے حضور نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے چار کی محبت کا حکم کیا ہے اور مجھے مطلع کیا ہے کہ وہ بھی

اسنے محبت کرتا ہے کہا گیا یا رسول اللہ ان کے نام لیجئے فرمایا علیؑ ان سے ہے۔ تین دفعہ کہا۔ اور ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ اور سلمانؓ۔ اللہ نے مجھے ان کی محبت کا امر کیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے اہنی کتب میں انس سے مروی ہے قال رسول اللہ ان الجنتہ تشتاق الی ثلثۃ علی وعمار وسلمان یعنے حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ بتحقیق جنت مشتاق ہے۔ تین کا لینے علیؑ۔ عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم اور کافی کی کتاب الروضہ حدیث ۳۴۱ میں ان ثلثہ کے ناموں کو بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت باقرؑ نے فرمایا قال کان الناس اھل ردۃ بعد النبی الا ثلث فقلت ومن الثلثہ فقال المقداد بن الاسود وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی رحمہم اللہ یعنے بعد نبیؐ کے لوگ پھر گئے مگر تین یعنے مقداد۔ ابوذر اور سلمانؓ اللہ کی انپر رحمت ہو۔

مرزا احمد علی امرتسری لاہور موچی دروازہ

بشارت

کون نہیں جانتا کہ آجکل مخالفین اسلام۔ اللہ کے برگزیدہ دین اسلام پر کیسے سخت حملے کر رہے ہیں۔ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے نکالتے ہیں۔ اور صورت اسلام کو بدنما کر کے پیش کرتے ہیں ان مخالفوں میں فرقۂ جدیدہ آریہ سماج اسلام کا سخت دشمن ہے۔ اس کے بانی سوامی دیانند نے ایک کتاب ستیارتھ پرکاشس تردید مذاہب ہندوستان میں لکھی ہے۔ اور اس کتاب کا ایک باب مخصوص تردید اسلام میں ہے جس میں اس نے قرآن شریف کے ابتدا سے انتہا تک تمام آیات پر اعتراض کئے ہیں اور جس گستاخی اور دریدہ دہنی سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اعتراض لغو کئے ہیں ایماندار آدمی ان گستاخانہ الفاظ کی تاب نہیں لاسکتا۔ فرقۂ وہابیہ و مرزائیہ کی طرف سے اس کتاب کے جوابات شایع ہوئے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ اعتراض خود انہی کی احادیث موضوعہ پر مبنی ہیں اس لئے وہ جوابات بالکل ناقص ہیں۔ چونکہ فرقۂ حقہ ناجیہ حضرت پیغمبرؐ کے قول مبارک انی تارک فیکم الثقلین پر ایمان لایا ہوا ہے اور ایک ہاتھ سے قرآن کو اور دوسرے ہاتھ سے دامان اہل بیت کو تمسک کیا ہے۔ اس لئے قرآن کی حمایت انکا فرض اولین ہے۔ لیکن چونکہ اس کتاب کا کوئی جواب آجتک مذہب حقہ کی طرف سے شایع نہیں ہوا۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے اس کا جواب باصواب تیار ہو رہا ہے۔ یہ نہ صرف اعتراضات کا جواب۔ بلکہ قرآنی آیات کی صحیح و مختصر تفسیر بھی ہے۔ خوبی تو دیکھنے پر منحصر ہے لیکن ابھی اتنا کہتا ہوں کہ اسلام و قرآن کی اصلی تصویر دیکھنی ہو تو اس کتاب کا جواب کو دیکھیں بہت جلد طبع ہونے والی ہے۔ قیمت بھی غالباً ۱۰ر سے زیادہ نہ ہوگی

الہلال فی احوال البلال

حضرت بلالؓ موذن رسول اللہؐ کی سوانح عمری بھی طبع ہونے والی ہے۔ قیمت ۲ر درخواستیں جلد بھیجیں +